انتقاد

سیدنا معاویہؓ: شخصیت اور کردار، جلد اوّل۔ تصنیف حکیم محمود احمد ظفر سیال کوٹی۔ ناشر ادارۂ معارفِ اسلامیہ۔ مبارک پورہ۔ سیال کوٹ۔

اہلِ السنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ "الصحابۃ کلھم عدول" (صحابہ سب عادل ہیں) خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔ صحابہ کا عدول ہونا خود قرآنی نصوص سے ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعدیل فرمائی ہے۔ جیسے کنتم خیر امۃ الخ اور کذلک جعلناکم امۃ الخ اور لقد رضی اللہ عن المومنین الخ اور السابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار الخ اور یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیاتِ قرآنیہ اس پر دال ہیں۔ ان سب سے عدالتِ صحابہ کا ثبوت ملتا ہے۔ پس جب صحابہؓ کی تعدیل خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی تو تعدیلِ ایزدی کے بعد صحابہ کو عدول ثابت کرنے کے لئے کسی مخلوق کے تعدیل کی ضرورت ہی کیا ہے۔

حافظ ابن الصلاح کا قول ہے:۔ تمام اُمت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں اور وہ صحابہ بھی عدول ہیں، جنہوں نے جنگِ فتن اور مشاجرات میں شرکت کرلی تھی۔

تمام صحابہؓ کے عدول ہونے کے بارے میں یہ اور اس طرح کے اور شواھد پیش کرتے ہوئے زیرِ نظر کتاب کے مصنف لکھتے ہیں:۔

"اہلِ السنت والجماعت کا مسلک ہے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ دونوں حق پر تھے۔ اور دونوں سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی۔ سیدنا معاویہؓ سے یہ خطا ہوئی کہ انہوں نے قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور سیدنا علیؓ سے یہ خطا ہوئی کہ انہوں نے باوجود قدرت کے قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص نہ لیا۔ اور اس طرح قضیہ نبٹنے کے بجائے اور طویل ہوگیا۔"

اہلِ السنت والجماعت کے اس مسلک کو تاریخی طور سے صحیح ثابت کرنے کے لئے فاضل مصنف نے حضرت امیر معاویہؓ کی "شخصیت اور کردار" کا جائزہ لیا ہے۔ چناں چہ ایک ہی تاریخی کتاب کی وہ روایات جو حضرت معاویہ کی تنقیص کرتی ہیں، اُن کو مسترد کر دیا گیا ہے، اور وہ روایات جن سے اُن کی عظمت ثابت ہوتی ہے، اُنہیں قبول کر لیا گیا ہے۔ اس طرح مصنف نے صحابہ کے اختلافات و مشاجرات کی جو پوری تصویر پیش کی ہے، گو اُس میں تمام صحابہ کے عدول ہونے کا رنگ ضرور جھلکتا ہے، لیکن اُس کا مجموعی تائثر حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کے اجتہادات کے نسبتاً خلاف اور حضرت امیر معاویہ کے اجتہادات کے حق میں جاتا ہے۔

اور ہمارے نزدیک یہ اس لئے ہے کہ مصنف کا سارا تکیہ روایات پر ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان مشاجرات میں شریک صحابہ کے ہر فریق کے حق میں اور اُن کے خلاف بکثرت روایات مل جاتی ہیں۔ کیوں کہ جب اہلِ غرض نے احادیث وضع کرنے اور گھڑنے میں جن میں اسناد کا التزام ہوتا ہے، کوئی کسر نہ چھوڑی، تو تاریخی روایات کی اختراع میں اُن کے لئے کون سا امر مانع ہو سکتا تھا۔

بنو اُمیہ کے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی ہوئی کہ اُن کے عہد میں تاریخ مدون نہیں ہوئی، اور اُن کے بعد، جیسا کہ شاہ معین الدین ندوی نے سیر الصحابہ میں لکھا ہے "بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی۔ یہ سب بنو اُمیہ کے سخت دشمن تھے۔ اسی زمانے میں تاریخ نویسی کا آغاز ہوا اس لئے ایسی بہت سی غلط روایتیں جو عرصہ سے زبانوں پر چڑھی آرہی تھیں، تاریخوں میں داخل ہوگئیں ...... حتیٰ کہ مورخ ابنِ جریر اپنی محدثانہ تنقید کے باوجود اپنی کتاب کو غلط روایات سے محفوظ نہ رکھ سکا ......"

پھر یہ بھی ہوا کہ گو بنو عباس نے آلِ محمدؐ کے نام سے اُمویوں کے خلاف اپنے لئے زمین ہموار کی۔ اُن کے مظالم کی تشہیر کر کے رائے عامہ کو ساتھ ملایا، اور برسرِ اقتدار آگئے لیکن بعد میں بنو عباس کو آلِ علی سے بھی لڑنا پڑا چناں چہ آلِ علی کے شیعوں کے مقابلے میں وہ مسلک جس پر آج اہلِ السنت والجماعت عامل ہیں۔ عباسیوں کے زیر سرپرستی وجود میں آیا اور مستحکم ہوا۔

چوتھی صدی ہجری میں بنو بویہ جو شیعہ تھے، بغداد پر قابض ہوگئے اور عباسی خلیفہ اُن کے زیرِ اثر آگیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اِس زمانے میں بغداد میں علی الاعلان "آلِ رسول پر ظلم کرنے والوں" پر تبرّیٰ ہوتا تھا۔ فاضل مصنف ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"صحابہ کے متعلق مسلمانوں نے پھر اپنے انہی جذبات کا اظہار کیا، جس کا ذکر علامہ ابنِ خلدون نے مقدمہ صہ ۲۴۵ میں کیا ہے۔ بغداد کی سب مسجدوں میں صحابہ ثلاثہ اور سیدنا معاویہؓ پر لعنت کے بجائے اب یہ لکھا گیا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر علیؓ اور پھر معاویہؓ جو کہ تمام مومنوں کے ماموں ہیں" لکھوانے والے بنو عباس تھے اور انہوں نے لکھوایا بھی کسی اور جگہ نہ تھا، بلکہ اپنی حکومت کے دار الخلافہ بغداد اور مدینہ السلام میں۔ حالاں کہ دنیا جانتی ہے کہ بنو عباس اور بنو امیہ کے درمیان کس قدر اختلاف تھا۔

غرض ہمارے اس دور کی تاریخ، جس میں صحابہ کے درمیان مشاجرات ہوئے، جن میں کہ ایک طرف شیعانِ علیؓ اور دوسری طرف وہ لوگ تھے، جو اُن سے اختلاف رکھتے تھے، ان مراحل سے گزر چکی ہے۔ اور ظاہر ہے اس دوران میں ہر فریق نے اپنی تائید اور دوسروں کی مخالفت میں ہر طرح کی روایات بیان کیں۔ اب ان روایات کی مدد سے پورے حوالوں کے ساتھ ایسی کتاب بھی لکھی جا سکتی ہے جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے اور "خلافت اور ملوکیت" جیسی کتاب بھی، جس کے مصنف مولانا مودودی صاحب ہیں، بلکہ اس معاملے میں اس سے بھی سخت، جیسے ہمارے بعض شیعہ اہلِ قلم لکھتے ہیں۔

اس افراط و تفریط میں بیچ کی راہ اعتدال پسند اہل السنت والجماعت نے وہ نکالی جس کا مظاہرہ جمعہ کی نمازوں میں اکثر سنی مساجد میں ہوتا ہے۔ خطیب جمعہ کا خطبہ دیتے وقت آخر میں جب حمد و ثنا اور صلوٰۃ و سلام کے بعد خلفاء راشدین پر دعا و سلام بھیجتا ہے، تو حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا نام لینے کے بعد حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور بعض دفعہ دوسرے ائمہ اہلِ بیت کا نام بھی دعا و سلام میں شامل کر لیتا ہے۔

جب تک تاریخِ اسلام کے اس نزاعی دور کی تاریخ محض قدیم مؤرخوں کی ذکر کردہ روایات کی مدد سے لکھی جاتی رہے گی، اس میں تاریخیت کم اور اپنے اپنے مسلّمہ مسلک کی تائید کا رنگ زیادہ ہو گا۔ جیسا کہ زیرِ نظر کتاب میں ہے۔ اور وہ اس لئے کہ ہر لکھنے والے کو ذرا سی تلاش سے دونوں طرح کی روایتیں مل جاتی ہیں۔ ایسی بھی جن میں حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کو سخت سے سخت الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔ اور ایسی بھی جن پر حکیم محمود احمد ظفر صاحب کی یہ کتاب مشتمل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کسی بھی تاریخ نگار کو ان روایات کے بغیر جو تاریخ کی قدیم کتابوں میں مذکور ہیں، چارہ نہیں، اور اس دَور کی تاریخ لکھتے وقت اُن سے لازماً مدد لینی ہی ہو گی، لیکن ان روایات کی تنقید، مؤرخین نے آج جو تنقیدی معیار وضع کئے ہیں، اُن کی رُو سے ہونی چاہیئے۔ ان روایتوں کو اُس دَور کے اجتماعی، قبائلی، اور اقتصادی پسِ منظر میں دیکھنا ہو گا۔ مثلاً اہلِ عراق کی شوریدہ سری، انتشار پسندی، کسی عہد پر نہ ٹھہرنا اور ہر وقت بغاوت پر آمادہ رہنا۔ یہ سب اُن کی بدوی فطرت کے مظاہر تھے۔ اور عراق کے عرب اکثر بدو قبائل سے تھے۔ اُن کے مقابلے میں شامیوں میں حضریت تھی اس لئے وہ بنو اُمیہ سے آخر تک وابستہ رہے۔

حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں جو شورش ہوئی، یقیناً اُس کے بہت سے اسباب تھے۔ بعض صحابہ کبارؓ جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ دیکھے ہوئے تھے، اُنہیں حضرت عثمانؓ کی بعض پالیسیوں سے اختلاف تھا اور وہ اُن پر نکتہ چینی بھی کرتے تھے۔ لیکن شورش پسندوں کا مدینہ میں داخل ہو کر خلیفہ کو نہایت سنگ دلی سے شہید کر دینا، اُس میں دراصل محرک جذبہ بدو عربوں کا قریش کی سیادت سے برہمی کا تھا۔ اس ضمن میں قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ مدینہ والوں نے مل کر اُس وقت اِس انارکی کو نہ روکا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے آگے چل کر تمام اُمت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جو فتوحات ہوئیں، اور اُس کے نتیجے میں مسلمانوں کے ایک خاص طبقے میں دولت کا کوئی حساب نہ رہا، اس سے ایک طرح کی معاشی ناہمواری پیدا ہو گئی اور اُس نے لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے مکدّر کر دیا۔

مختصراً جب تک اس طرح کے معاشی، اجتماعی اور قبائلی عوامل کی روشنی میں اسلامی تاریخ کے اُس نزاعی دَور کا مطالعہ نہ کیا جائے گا، اور تاریخ کے جدید تنقیدی معیاروں کی مدد سے اس کا تجزیہ نہیں ہو گا، اُس کے بارے میں ایسی ہی کتابیں لکھی جائیں گی جیسی کہ یہ کتاب ہے۔

اس میں شک نہیں کہ فاضل مصنف نے اس کتاب پر بڑی محنت کی ہے۔ اور اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کے لئے حوالوں کی فراہمی میں کوئی کمی نہیں کی۔ کہیں کہیں مصنف کا لہجہ کافی تلخ ہے۔ اور تاریخی واقعات کے بیان میں خواہ مخواہ فریق مخالف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا اور صرف تاریخی واقعات جیسا کہ مصنف کے نزدیک ہیں، بیان کر دیئے جاتے، تو زیادہ اچھا ہوتا۔

مصنف نے صـ ۲۹ پر حضرت علیؓ کے ایک ساتھی کی زبان سے امیر معاویہؓ کے روبرو حضرت علیؓ کے اوصاف یوں گنائے ہیں ۔

"حضرت! وہ نہایت بلند حوصلہ اور قوی تھے ۔ نپی تُلی بات کہتے تھے ۔ عادلانہ فیصلہ کرتے تھے ۔ سراپا علم ، بلکہ ہر سمت سے علم کا چشمہ پھوٹا ہوا تھا ۔ حکمت کا دریا موجزن تھا ۔ دنیا اور اُس کی دلفریبیوں سے ایک گونہ تنفر تھا ۔ رات کی تیرگی اور دحشت سے انتہائی اُنس تھا ۔ آخرت کے لئے بہت فکرمند بلکہ ہر وقت اسی فکر میں ڈوبے رہتے تھے ۔ لباس کی سادگی دیدنی تھی ۔ کھانا تکلفات سے یکقلم خالی ، سادہ اور موٹا چھوٹا ، ہم ہی کی طرح رہتے تھے ۔ کچھ امتیاز نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ متدین حضرات کی عظمت اُن کے قلب میں تھی اور غربا کو ہمیشہ اپنا مقرب بناتے تھے ۔ اُن کے سامنے طاقت ور ناحق میں طمع نہیں کر سکتا تھا اور ضعیف و ناتواں عدل و انصاف سے بھی مایوس نہیں ہو سکتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

حضرت علیؓ کے یہ اوصاف تھے ۔ اور وہ چاہتے تھے کہ وہی دَور واپس آجائے ، جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا تھا ۔ لیکن زمانہ بدل گیا تھا ۔ اُمت میں ایک نیا طبقہ اثر و رسوخ کا مالک بن چکا تھا ۔ پھر عربوں کی قبائلی عصبیتیں بھی اُبھر آئی تھیں ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک آئیڈلسٹ (IDEALIST) تھے ، آپ کو یہ گوارا نہ تھا کہ اُن اعلیٰ قدروں سے سرمو ہٹیں ۔ جن پر پہلے عمل ہوتا رہا تھا ۔ چناں چہ ہوا یہ کہ آپ کے حامی آپ سے تنگ آگئے ۔ اور آپ اُن سے تنگ آگئے ۔ آپ نے ایک دفعہ اپنے حامیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا :۔ "اے اللہ ! میں ان سے تنگ ہوں اور یہ مجھ سے تنگ ہیں ۔ اے اللہ ان کو مجھ سے نجات دے اور مجھے ان سے بچا ۔" صـ ۲۷۹

امام ابنِ تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں لکھا ہے :۔ "علیؓ اپنے ظالم سپاہیوں کے ظلم و قہر سے عاجز اور مجبور تھے ۔ اور اُن کے ساتھی اُن کے حکموں کو نہیں مانتے تھے ۔ معاویہؓ کے ساتھی اُن کے احکام کو مانتے تھے ۔" صـ ۲۹

اور یہ اس لئے تھا کہ حضرت معاویہؓ حقیقت پسند (REALIST) تھے انھوں نے بدلے ہوئے حالات کے تقاضوں کو سمجھا ۔ اور اُنھی کے مطابق اپنی پالیسیاں بنائیں ، جن کی وجہ سے وہ عربوں کو قابو میں رکھ سکے ، اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کے مقابلے میں کامیاب ہوئے ۔ باقی رہا شخصی فضیلت کا معاملہ تو کہاں حضرت علیؓ اور کہاں امیر معاویہؓ ۔

کتاب مجلد ہے ۔ ضخامت ۴۹۶ صفحے ۔ قیمت ۹ روپے ۔